ابوسفیان تائب (حاصل پور)

ان دیکھا محبوب

میں خود کو اس قابل نہیں پاتا کہ عالمِ اسلام کے عظیم مجاہد شہسوارِ خطابت ولی کامل، امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مجاہدانہ وسرفروشانہ زندگی کے کسی گوشہ پر قلم اٹھا سکوں۔ کہاں مجھ جیسا کم علم وکوتاہ نظر اور کہاں شاہ جیؒ کی بلند وبالا عظیم شخصیت۔ مگر ایک آرزو ہے ایک تمنا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی خریداروں میں سوت کی انٹی لے کر آنے والی بڑھیا کی طرح مجھ ناچیز کا بھی بخاریؒ کے مداحوں میں شمار ہو جائے۔

یہ اس وقت کا ذکر ہے جب میری عمر کا پندرہواں سال تھا اور دینی جلسے سننے کا شوق اس قدر کہ شہر میں شاید ہی کوئی ایسا جلسہ ہو جو میں نے نہ سنا ہو اور ان جلسوں میں شاید ہی کوئی ایسا مقرر ہو جس کی تقریر مجاہدِ کبیر حضرت امیر شریعتؒ کے ذکر سے خالی ہو۔

''امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ'' جونہی یہ نام میرے کانوں سے ٹکراتا، دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا۔ اس نام کے سننے سے کچھ ایسا سرور آتا کہ میری روح جھوم اٹھتی، دل میں ایک جذبہ ایک امنگ، ایک ولولہ پیدا ہو جاتا۔ یوں لگتا جیسے میں مدتوں سے اس نام سے شناسا ہوں۔ دل چاہتا کہ ابھی اسی لمحے اپنے اس ان دیکھے محبوب کے قدموں سے جا لگوں، مگر معاً یہ خیال آتا کہ میرا وہ ان دیکھا محبوب، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جیسے اوصافِ حمیدہ سے متصف انسانی عظمتوں اور شرافتوں کا لازوال پیکر اس عالم فانی سے کوچ کر چکا ہے۔ وہ تو دور بہت دور بہشت بریں میں جلوہ افروز ہے۔ میں دل تھام کر رہ جاتا اور خود ہی اپنے آپ سے کہتا:

کہاں تو غبارِ دھرتی کہاں وہ فلک کا تارا

جب بھی کوئی مقرر، کوئی خطیب، کوئی واعظ، کوئی مبلغ شاہ جیؒ کا ذکر کرتا آپ کی مجاہدانہ زندگی کے واقعات بیان کرتا تو میری روح تڑپ اٹھتی بے قرار ہو جاتی۔ شاہ جیؒ کی محبت نے مجھے دیوانہ بنا ڈالا تھا۔ ان ہی دنوں ہمارے شہر کی دینی درسگاہ کا سالانہ جلسہ منعقد ہوا جس میں غالباً دوسری شب کے اجلاس میں مولانا عبدالشکور دین پوریؒ کی تقریر ہوئی۔ مجھ پر تقریر سننے کا شوق کم اور شاہ جیؒ کے واقعات سننے کا شوق زیادہ غالب تھا۔ مولانا دین پوری نے شاہ جیؒ کی پاکیزہ زندگی کے واقعات کچھ اس انداز سے بیان کیے کہ میں شاہ جیؒ کی ساحرانہ شخصیت کا اور بھی گرویدہ ہو گیا۔ مولانا عبدالشکور دین پوریؒ کہہ رہے تھے:

''یہ ۱۹۲۱ء کی بات ہے شاہ جیؒ میانوالی جیل میں تھے۔ آزادی کے اس عظیم مجاہد کی راتیں جیل میں قرآن

پڑھتے گزرتی تھیں۔ایک رات چودھویں کا چاند اپنے جوبن پر تھا۔شاہ جیؒ اپنے مخصوص انداز میں سورۃ یوسف کی تلاوت فرما رہے تھے،فضا پر سکوت طاری تھا،قرآن کی معجزانہ تاثیر سے یوں معلوم ہوتا تھا جیسے چاند تھم گیا ہو،ستارے جھک گئے ہوں کائنات کا ذرہ ذرہ قرآن کی حجازی لے میں ڈوب گیا ہو۔اتنے میں پیچھے سے کسی نے پکارا،آواز درد میں ڈوبی ہوئی تھی۔شاہ جیؒ نے دیکھا تو سپرنٹنڈنٹ جیل پنڈت رام لال جی زاروقطار روتا ہوا چلا آ رہا تھا۔رخساروں پر آنسوؤں کی لڑیاں بہہ رہی تھیں۔کہنے لگا شاہ جی خدا کے لیے بس کرو! میرا دل قابو سے باہر ہو چلا ہے مجھ میں اب اور رونے کی سکت نہیں ہے۔یہ قرآن کا اعجاز تھا۔‘‘

مولانا دین پوریؒ نے شاہ جیؒ کا یہ واقعہ بیان کر کے سامعین کو تڑپا دیا اور مجھے میرے ان دیکھے محبوب نے ہمیشہ کے لیے اپنی ساحرانہ گرفت میں لے لیا۔دانش وفرزانگی کا مظہر اور ذہانت و فطانت عیاں کرتی ہوئی کشادہ پیشانی، خوبصورت گھنے ابرو، بارعب و پرجلال موٹی حسین آنکھیں، وجیہہ وشکیل فراخ چہرہ، شانوں کو چھوتی ہوئی خوبصورت زلفیں، جہد مسلسل کا عادی مضبوط جسم۔یہ شاہ جیؒ کی وہ تصویر تھی جو روزنامہ مشرق کے ایڈیشن میں چھپی۔میں نے یہ تصویر زندگی میں پہلی بار دیکھی اور تصویر میں کھو کر رہ گیا۔میرا جنون مجھے کہہ رہا تھا تم بھی تصویر بناؤ اور میں نے شاہ جیؒ کی تصویر بنانا شروع کر دی،ان دنوں مجھے تصویریں بنانے کا شوق تھا۔شاہ جیؒ کی تصویر سے میرے اس شوق کی تکمیل ہوگئی۔بہت دنوں وہ رنگین تصویر بیٹھک میں سجی رہی لیکن جب تصویر کے ناجائز ہونے کی احادیث نظر سے گزریں اور غلطی کا احساس جاگا تو میں نے اس تصویر کو ضائع کر دیا مگر شاہ جیؒ کی جو تصویر میرے دل پر نقش ہو چکی تھی وہ اور زیادہ گہری ہوتی چلی گئی۔شاہ جیؒ کی مجاہدانہ وسرفروشانہ زندگی سے کسی حد تک میں متعارف ہو چکا تھا۔مگر شاہ جیؒ کی جماعت ’’مجلس احرار اسلام‘‘ سے ابھی تک ناآشنا تھا۔ملک کی تقریباً تمام دینی جماعتوں کا تعارف مجھے حاصل تھا اور میں ایک معروف دینی جماعت میں شامل تھا۔شب وروز جماعتی اجلاسوں، عام جلسوں، پریس کانفرنسوں میں شریک ہوتا مگر کبھی کسی مولوی، کسی واعظ، کسی مقرر، کسی خطیب نے مجلس احرار اسلام کا نام تک نہ لیا تھا اور نہ ہی کبھی شاہ جیؒ کی اولاد کا ذکر کیا تھا۔جیسے خاندان امیر شریعتؒ اور مجلس احرار اسلام سے مکمل بائیکاٹ کر لیا گیا ہو (بعد میں اس کی تصدیق بھی ہوگئی) شاہ جیؒ کی جماعت اور ان کے فرزندوں کو باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت گمنام بنا دیا گیا تھا۔فرزندان امیر شریعت وطن میں ہوتے ہوئے اپنے ہم وطنوں کے لیے اجنبی تھے۔

۱۹۷۰ء کے اواخر میں یحییٰ خان رافضی کی یہودیانہ ذہنیت اور ذوالفقار علی بھٹی کی شاطرانہ چالوں سے پاکستان دولخت ہوا۔سوشلزم کا پرچارک بھٹو’’ادھر ہم ادھر تم‘‘ کا نعرہ لگا کر اور نوے ہزار پاکستانی فوج انڈیا کی جیلوں میں پہنچا کر اقتدار کے سنگھاسن پر براجمان ہوا۔پاکستان بننے کے صرف تئیس سال بعد ہی دوقومی نظریہ کی دھجیاں بکھیر دی گئیں۔۱۹۷۰ء کے الیکشن میں لادین جمہوریت کی ایسی آندھی چلی کہ دینی جماعتوں نے بھی ڈیموکریٹ اور سیکولر ذہنیت کے حامل سیاست دانوں سے مل کر حکومت سے حصہ بانٹنا ہی دین کی خدمت سمجھ لیا۔ملک کی تقریباً تمام نام نہاد دینی جماعتیں لادین

سیاست دانوں کے ہاتھوں میں کھلونا بن گئیں۔ دین سے بیگانہ مغربی تہذیب کے دلدادہ سیکولر سوشلسٹ اور ڈیموکریٹ سیاست دان جب چاہتے اپنے سیاسی مقاصد کیلئے مذہبی جماعتوں کو استعمال کرتے اور پھر دھتکار دیتے اور ہمارے نام نہاد مذہبی رہنما ایسے مٹی کے مادھو بنے ہوئے تھے کہ بار بار دھوکہ کھاتے اور ان مفاد پرستوں سے زخم کھا کر زخموں کو چاٹتے ہوئے پھر انہیں کے پہلو میں جا بیٹھتے۔ ان اذیت ناک حالات میں میرا جماعت کے ساتھ چلنا مشکل ہو گیا اور میں نے اپنی تمام جماعتی سرگرمیاں معطل کر دیں۔ حسرت و یاس کے اس عالم میں الحاج رحیم بخش مرحوم رئیس گوڑی میرے لیے امید کی کرن ثابت ہوئے۔ حاجی رحیم بخش صاحب وہ واحد شخصیت تھے جنہوں نے حاصل پور میں مجلس احرار اسلام کی بنیاد رکھی اور فرزندان امیر شریعتؒ کے حاصل پور میں ورود مسعود کا ذریعہ بنے۔ غالباً یہ فروری ۱۹۷۴ء کی بات ہے حاجی رحیم بخش صاحب نے مجھے اطلاع دی کہ جانشین امیر شریعتؒ حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاریؒ تشریف لائے ہیں اور بعد نماز ظہر ہمارے مکان پر درس قرآن پاک ارشاد فرمائیں گے۔ انہوں نے مجھے درس قرآن میں شرکت کی تاکید بھی کی مجھے یوں لگا جیسے میں عرصہ دراز سے اسی اطلاع کا منتظر تھا۔ وقت مقررہ پر حاضر ہوا۔ جانشین امیر شریعتؒ علم کے موتی بانٹ رہے تھے۔ عام مروجہ اندازہ سے بالکل الگ ایک انوکھے طرز سے آیات قرآنی کی تشریح فرما رہے تھے۔ یہ انداز میرے لئے بالکل نیا اور دل کو موہ لینے والا تھا۔ علم و عرفان کا ایک بحر بیکراں موجزن تھا یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی نورانی فرشتہ آسمان سے اتر آیا ہو۔ اپنے ان دیکھے محبوب حضرت امیر شریعتؒ کی ساحرانہ شخصیت کا تو میں پہلے ہی اسیر تھا اور اب جانشین امیر شریعتؒ نے بھی مجھے ہمیشہ کے لیے اپنا بنا لیا تھا۔

یکے بعد دیگر چاروں فرزندان امیر شریعت سے تعارف و شرف ملاقات نصیب ہوا۔ علم و حکمت، تقویٰ و پرہیزگاری، اخلاص وللّٰہیت، ایثار و قربانی، شجاعت و دلیری اور اخلاق حسنہ میں اخوان اربع نے ممتاز مقام پایا ہے۔ مجھے اپنی منزل مل گئی پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم نے اپنے دست مبارک سے میرا فارم پر کیا اور میں باقاعدہ مجلس احرار اسلام میں شامل ہو گیا۔ امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی غلامی کو ترسنے والا فرزندان امیر شریعت کا خادم بن گیا۔ الحمدللہ۔ نہ جانے میں نے کتنی مرتبہ خالق کائنات کا شکر ادا کیا جس رحیم و کریم ذات نے مجھے مجلس احرار اسلام جیسی مخلص و ایثار پیشہ جماعت کا ایک ادنیٰ رضا کار بنا دیا۔

۱۸ مارچ ۱۹۹۴ء بروز جمعۃ المبارک دار معاویہ کوٹ تغلق شاہ میں امام تاریخ و سیرت سیدی و مرشدی جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت و ملاقات کے لیے حاضر ہوا۔ شاہ جیؒ صحن میں چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ لاہور سے ملاقات کے لیے آئے ہوئے دو افراد شاہ کے سامنے دوسری چارپائی پر بیٹھے تھے۔ شاہ جی اپنے والد گرامی حضرت امیر شریعتؒ کا تذکرہ فرما رہے تھے۔ امیر شریعتؒ کے ساتھ بہت سے بزرگوں کا ذکر آیا۔ جانشین امیر شریعت بار بار آبدیدہ ہو جاتے اور حسرت سے فرماتے سب لوگ رخصت ہو گئے اب تو ہر طرف اندھیرا ہے۔ سید ابوذر

بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے تھے کہ ۱۹۵۴ء میں سید العارفین مرشد عظیم الشاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ گھوڑا گلی (مری) میں مقیم تھے۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا' جب مجھے تراویح میں حضرت رائے پوریؒ کو قرآن سنانے کا شرف نصیب ہوا۔ ختمِ قرآن کے بعد حضرت کے گرد احباب جمع تھے۔ میں حضرت کے سرہانے بیٹھا سر دبا رہا تھا۔ دیگر خدام بھی خدمت میں مشغول تھے۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا حضرت قرآن پاک تو حافظ صاحب نے اچھا سنایا ہے۔ حضرت نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ ہاں! بھئی حافظ صاحب قرآن تو آپ نے خوب سنایا اب تقریر بھی سنا دیں۔ میں نے عرض کی حضرت دل نہیں مانتا۔ فرمانے لگے اپنے والد صاحب کو دیکھو۔ میں نے عرض کیا حضرت جہاں تک میری معلومات ہیں۔ ہمارے خاندان میں سید الاولیاء شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بعد والد صاحب کے سوا کوئی ایسا مقرر پیدا نہیں ہوا۔ حضرت نے فرمایا حافظ صاحب آپ نے بالکل درست کہا۔ سید ابوذر بخاریؒ نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ ابا جی کے اکثر خواب درست ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو پہلے ہی دکھا دیا کرتے تھے۔ ۱۹۴۸ء کی بات ہے جب ہم خان گڑھ میں رہائش پذیر تھے۔ ابا جی گھر تشریف لائے۔ اماں جی بیٹھی تھیں فرمانے لگے۔ لو بڑھیا ایک کام اور ہو گیا اماں جی نے فرمایا ''بھلا ہووے کی ہوگیا'' فرمانے لگے رات میں نے خواب دیکھا کہ ایک خوبصورت کمرہ ہے اس میں انتہائی خوب صورت قالین بچھا ہوا ہے جو میرے دیکھتے ہی دیکھتے دو ٹکڑے ہو گیا۔ میرا دل کہتا ہے کہ کشمیر کا فیصلہ ہو گیا۔ اب اللہ اپنی قدرت سے کشمیر دے دے تو اور بات ہے ورنہ اب کشمیر ہمیں ملنا بہت مشکل ہے۔

ایک اور موقع پر ابا جی نے سنایا کہ شروع شروع میں اکثر میں یہ خواب دیکھا کرتا تھا کہ میں ہوا میں اڑ رہا ہوں اور کبھی دیکھتا کہ اونچی جگہ پر کھڑا ہوں اور میرے سامنے لاکھوں انسان پھیلے ہوئے ہیں اور پھر یہی ہوا کہ پوری زندگی لاکھوں انسانوں سے خطاب کرتے ہوئے گزری اور اللہ پاک نے وہ عظمت اور بلندی نصیب فرمائی جو کسی اور کو نہ مل سکی۔ وقت بہت گذر چکا تھا شاہ جی کے آرام کا وقت تھا۔ ہم نے اجازت چاہی۔ شاہ جیؒ حسرت و یاس کی تصویر بنے بیٹھے تھے۔ میں نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھائے اور فرطِ عقیدت سے جانشین امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک کو چوم لیا۔ مجھے شاہ جیؒ کی دبی دبی سسکیاں سنائی دیں۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے اور ان آنسوؤں کے پیچھے میں اپنے ان دیکھے محبوب کی تصویر دیکھ رہا تھا۔

محمد سفیان اور محمد مروان کی ولادت

ڈیرہ اسماعیل خان (یکم جولائی) مجلس احرار اسلام ڈیرہ اسماعیل خان کے قدیم کارکن جناب محمد مشتاق (صدیقی کیمیکل) کو اللہ تعالیٰ نے یکم جولائی ۲۰۰۵ء کو دو نواسے عطاء فرمائے ہیں۔ انہوں نے تحریک تجدید اسماء صحابہؓ پر عمل کرتے ہوئے دونوں بچوں کے نام محمد سفیان اور محمد مروان رکھے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت عطاء فرمائے اور والدین کے لیے دین و دنیا کی راحت کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)